عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں

محرکات، مسائل اور مقاصد

تعلیقات و حواشی

(۱۰)

از جناب ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی استاد شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۵۹۔ تفسیر طبری، مرتبہ محمود محمد شاکر، مصر سنہ ۱۹۵۸ء، ۶، ص ۵۱-۲۴۳، نے چھ احادیث اور اتنے ہی آثار کا ذکر کیا ہے جن کے مطابق مذکورہ بالا چار مہینے ایام جاہلیت سے حرام چلے آرہے تھے اور اسلام میں بھی برقرار رہے۔ حضرت ابن عمر وغیرہ متعدد صحابہ کرام کی سند پر مروی روایات کے مطابق ان مہینوں کی حرمت کا واضح ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے آخری خطبہ میں منیٰ میں کیا تھا۔ اس روایت کی تصدیق کتب سیر و تاریخ سے بخوبی ہوتی ہے ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۶۵۱۔ خاص کر مترجم گلیوم کا حاشیہ ۲ جس میں انھوں نے ایک مستشرق کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ رجب مضر کو مضر اس لئے کہا جاتا تھا کہ مضر تو اس ماہ کو محترم و حرام سمجھتے تھے جبکہ دوسرے عرب اس کی حلت کے قائل تھے۔ مترجم کا خیال ہے کہ برونل (Brennle) کے ایڈیشن میں ص ۴۴۹ پر لفظ کو تحدمہ پڑھا گیا ہے جبکہ وہ اصلاً تحرمہ ہے۔ اگر

یہ دلیل مان لی جائے تو واٹ، اور دوسرے مستشرق مورخین کے ماہ رجب میں مسلمانان مدینہ کے حملہ پر اعتراض غلط ثابت ہوتا ہے اور اس سے خود اپنی دلیلوں کی کمزوری نمایاں ہوتی ہے۔

۱۶۰- مثلاً سورہ بقرہ آیات ۱۹۰-۹۴؛ سورہ بقرہ آیات ۲۱۷ اور ۲۲۴؛ سورہ مائدہ آیت ۲ اور ۹۱-۹۷۔ ملاحظہ کیجئے تفسیر طبری، اول ص ۵۶۲-۶۹ تفسیر ابن کثیر، اول ص ۲۲۸ وغیرہ۔

۱۶۱- یہ خیال ایم پلیسنر (M. Plessner) نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اپنے دو مضامین جو بالترتیب محرم اور رجب کے مقدس مہینوں کے بارے میں ہیں ظاہر کیا ہے ملاحظہ ہو اتے یعنی طبع اول۔ مونٹگمری واٹ نے اس خیال سے اتفاق کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مذکورہ بالا ص ۸۔ نیز اے ڈی ایچ (A.Dh) نے بھی یہی خیال پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق کا برونل ایڈیشن ص ۴۴۹ اور ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۶۵۱، حاشیہ ۲۔

۱۶۲- قرآن مجید کی آیت کریمہ (سورہ توبہ ۳۷) میں "نسی" کا ذکر ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے تفسیر طبری، جلد ۱۴، ص ۲۳۴-۴۲۔ طبری نے پہلے نسی کی لغوی تحقیق کی ہے اور اس کی مختلف قرآت بیان کی ہیں پھر آیت قرآنی کے ایک حصہ کہ "وہ اس کو ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال حرام رکھتے ہیں" کے معنی بیان کئے ہیں۔ اہل تاویل و تفسیر کے نزدیک اس کی جو تشریح و تعبیر تھی وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ محرم کو صفر بنا کر حلال کر لیتے تھے اور اس میں حملے کرتے، مال لوٹتے اور غارت گری کرتے تھے اور پھر دوسرے سال محرم کو حرام قرار دیتے تھے۔ مہینوں کی ترتیب میں وہ ایک برس محرم کو خارج کر دیتے تھے اس طرح حج ماہ ذوالقعدہ میں پڑتا تھا۔ طبری کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر نے ۹ھ میں اپنی امارت میں جو حج کیا تھا وہ ذوالقعدہ

میں ہوا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ کے اپنے آخری حج میں اسلامی تقویم کی قدیم ترتیب بحال کر دی تھی اور حج اپنے زمانے یعنی ماہ ذوالحجہ میں انجام دیا گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض بلاریب زمانہ۔ وقت ـ اپنی اسی حالت پر لوٹ آیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا) طبری نے متعدد احادیث و آثار بیان کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "نسئی" عام طور سے ہوازن، غطفان، بنوسلیم اور کنانہ کے بعض خاندانوں میں رائج تھی۔ مأخذ ومصادر اور کتب جدیدہ میں اس موضوع پر بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے:

لیون کیتانی، مذکورہ بالا، اول ص۳۵۶ وغیرہ، بہل، محمد ص۳۵۰ وغیرہ؛ بلیبنر کا مضمون محرم پر مذکورہ بالا، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، طبع اول۔

محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی) ص۹ حوالہ ۲؛ نیزان کا مضمون، جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۸ء، جلد ۱۶ ص۱۹-۲۱۳؛ واٹ، محمد مدینہ میں، مذکورہ بالا، ص۳۰-۲۹۹۔

۱۶۳- لیون کیتانی، پلبینز، مونٹگمری واٹ اور تمام دوسرے مستشرقین کے مطابق جو مقدس مہینوں کے بارے میں اس خیال کے قائل ہیں کہ مختلف علاقے مختلف مہینوں کی حرمت کے قائل تھے یہ عین ممکن تھا کہ مدینہ کے انصار رجب کی حرمت کے قائل نہ رہے ہوں۔ پھران کو تقدیس ماہ حرام کی خلاف ورزی کا مطعون یا مورد الزام کیوں بنایا جاسکتا ہے؟

۱۶۴- مضمون ہذا کا ص۳۰۔

۱۶۵- ایضاً۔

۱۶۶ ص۳۳ مذکورہ بالا۔

۱۶۷۔ ص ۲۹ اور ص ۳۳ بالا۔

۱۶۸۔ حضرت عبداللہ بن جحش قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اسدی کہلاتے تھے۔ وہ مکہ کے دو عظیم خاندانوں بنو ہاشم اور بنو امیہ سے یکساں قریبی تعلقات بیک وقت رکھتے تھے۔ اول الذکر سے ان کا ننہالی رشتہ تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بن عبدالمطلب کے فرزند اور آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور بنو امیہ کے حلیف تھے خاص کر ابوسفیان بن حرب اموی سے ان کے بہت قریبی حلف کے تعلقات تھے۔ مکہ کے ان دونوں خاندانوں سے یہ تعلقات ان کے والد جحش بن رباب اسدی نے قائم کئے تھے۔ حضرت عبداللہ ابتدائی مسلمان تھے اور دار ارقم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام سے قبل اسلام لائے تھے۔ وہ مہاجرین حبشہ میں شامل تھے اور مکہ والوں کے اسلام کی خبر سن کر لوٹ آئے تھے اور پھر وہاں اپنی ہجرت مدینہ تک مقیم رہے تھے۔ وہ ابتدائی مہاجرین مدینہ میں سے تھے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۱۱۶، ص ۱۴۶، ص ۱۶۸ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم۔

۱۶۹۔ حضرت ابوحذیفہ مکہ کے ایک عظیم ترین سردار عتبہ بن ربیعہ کے فرزند اور خاندان بنو عبدشمس بن عبد مناف کے ایک بڑے رکن تھے۔ یہ خاندان بنو امیہ سے بہت قریب تھا اور حقیقتاً اس کو بھی اموی ہی سمجھا جاتا ہے۔ حضرت ابوحذیفہ اپنی کنیت سے سے زیادہ معروف ہیں ورنہ ان کا اصل نام ابن ہشام کے مطابق رہشم تھا۔ وہ بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ ابن اسحاق نے ان کو پہلے چالیس مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ انھوں نے بھی حبشہ کو ہجرت کی تھی اور پھر مکہ والوں کے اسلام لانے کی خبر سن کر واپس آگئے تھے اور مکہ میں مقیم رہے تا آنکہ اجازتِ نبوی ملنے کے بعد مدینہ کو ہجرت کی اور پہلے مہاجرین میں شمار ہوئے۔ ملاحظہ کیجئے:

ابن اسحاق ص ۱۱۷، ص ۱۴۷، ص ۱۶۸ وغیرہ، ابن سعد، سوم ص ۹۴۔

۱۷۰۔ بنو مخزوم اور بنو امیہ کے درمیان تعلقات کے لئے ملاحظہ ہو واٹ، محمد مکہ میں ص ۸-۵۔

۱۷۱۔ قریش کی مدینہ سے مخاصمت و دشمنی کے پس منظر اور اس پر بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۳۰۹-۳۰۵۔

۱۷۲۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ مذکورہ بالا۔

۱۷۳۔ مکی سماج کے جس معتدل طبقہ نے جنگ بدر کو براہ راست یا بالواسطہ روکنے کی کوشش کی تھی اس میں عتبہ بن ربیعہ اموی اور اس کا بھائی شیبہ، عمیر بن وہب جمحی، حکیم بن حزام اسدی وغیرہ شامل تھے جبکہ جنگ بھڑکانے والے بیشتر بنو مخزوم سے تھے خاص کر ابو جہل مخزومی، اسود بن عبد الاسد مخزومی وغیرہ۔ ملاحظہ ہو ... ابن اسحاق ص ۲۹۷-۹۹! جہاں تک قریش مکہ کے معتدل و نرم رو طبقہ کا تعلق ہے تو اس میں مختلف بطون (خاندان/شاخوں) کے لوگ شامل تھے۔ ان میں ہشام بن عمرو، زہیر بن ابو امیہ بن مغیرہ، مطعم بن عدی، ابو البختری بن ہشام، زمعہ بن اسود کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ اموی، شیبہ بن ربیعہ اموی، ابو سفیان بن حرب اموی، سعید بن العاص اموی وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ اسلام کے مخالف ضرور تھے لیکن مسلمانوں کی بیخ کنی یا مسلح کشمکش کے قائل نہ تھے جیسا کہ مکہ میں مسلمانوں کے قریشی مقاطعہ کے مسئلہ یا جنگ بدر کے معاملہ پر ان کے طرز عمل سے واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح شدید مخاصمت اور جنگ جدال کا حامی اور اسلام کی یکسر و مکمل بیخ کنی کا قائل طبقہ بھی قریش کے مختلف طبقات کے افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں ابو جہل مخزومی، امیہ بن خلف جمحی، اور اس کا بھائی عمرو، نبیہ بن حجاج سہمی اور اس کا بھائی منبہ، عاص بن وائل سہمی، عقبہ بن ابی معیط اموی، ابو لہب ہاشمی اور سفیان بن حارث ہاشمی وغیرہ کافی ممتاز تھے۔ ملاحظہ کیجئے:-

ابن اسحاق ص ۲۰-۱۱۹، ص ۳۳-۱۳۳، ص ۴۵-۱۴۳، ص ۶۷-۱۵۹، ص ۳۰-۱۷۰، وغیرہ۔

(۱۷۴) کتاب المحبر، ص ۱۱۱

(۱۷۵) مثلاً ابن اسحاق ص ۲۸۶

(۱۷۶) ابن ہشام، چہارم ص ۱۲-۶۰۸، میں ۲۷ غزوات اور ۳۸ سرایا یعنی کل مہموں کی تعداد ۶۵ بتائی گئی ہے۔ واقدی، مذکورہ بالا، ص اول تا آخر، نے کل مہموں کی تعداد ۷۴ بیان کی ہے۔ ابن سعد دوم ط ۶۶-۱، اور بلاذری، انساب الاشراف، اول ص ۳۹-۲۸۷ نے واقدی کا اتباع مکمل طور سے کیا ہے۔ طبری، دوم ص ۳۰-۱۴۰، نے ابن اسحاق اور واقدی کی اتباع تو کی ہے مگر بعض مہموں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جیسے قتل کعب بن اشرف کے لیے، سریہ محمد بن مسلمہ انصاری بعد کے دوسرے سیرت نگاروں نے عام طور سے واقدی یا ابن اسحاق کی متابعت کی ہے۔ جدید مورخین نے اصلاً ان دونوں ماخذ پر انحصار کر کے تمام غزوات وسرایا کی تاریخ دار فہرست تیار کی ہے۔ لیکن انھوں نے اس میں بعض دوسرے مسلمہ ماخذ سے استفادہ کر کے تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ لیون کیتانی، مذکورہ بالا، کی تیار کردہ فہرست غزوات وسرایا اب تک مکمل جامع اور صحیح سمجھی جاتی رہی ہے اور اسی پر انحصار کر کے مونٹگمری واٹ محمد مدینہ میں، ص ۴۲-۳۳۹، اپنی تازہ ترین فہرست تیار کی ہے جو غالباً مکمل ترین کہی جاسکتی ہے۔ لیکن محمد بن حبیب بغدادی کے ذکر کردہ غزوات وسرایا میں سے بعض اور خاص طور سے یہ دو ابتدائی مہمیں اس میں بھی بار نہیں پاسکی ہیں۔ غالباً ان مورخین کو اس ماخذ کا علم نہیں تھا۔ بہرحال بغدادی کے مطابق کل مہموں کی تعداد چوراسی تھی جن میں سے ۳۲ غزوات تھے اور ۵۲ سرایا۔ واٹ کے مطابق ان کی تعداد ۸۹ تھی۔ گویا کل تعداد ان دو غزوات کو شمار کر کے ۹۱ ہوگی۔ واٹ اور ان کے پیشرو کیتانی نے بتوں کو توڑنے کی متعدد مہموں کو ایک ہی شمار کیا ہے

اگر ان کی تعداد بھی شمار کرلی جائے تو کل میزان کہیں زیادہ ہوگا۔

(۱۷۷) مثلاً ابن اسحاق اور واقدی کے یہاں غزوات وسرایا کی تاریخوں میں کافی زمانی اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ اول الذکر کے معاملے میں اگر اختلاف ہوگا تو آپ کے قیام مدینہ کی مدت از خود مختلف ہوگی۔ ملاحظہ ہو جے ایم بی جونس کا مضمون مذکورہ بالا بر ترتیب وتاریخ غزوات وسرایائے نبوی۔

(۱۷۸) حوالہ صـ۱۶۶ سابق۔

(۱۷۹) ملاحظہ کیجیے مجموعۃ الوثائق السیاسۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، مرتبہ محمد حمید اللہ، قاہرہ ۱۹۴۱ء، صـ۱۴۵ اور صـ۱۶۵ وغیرہ۔

(۱۸۰) محمد بن حبیب بغدادی کی اب تک معروف ومعلوم دونوں کتابوں کتاب المحبر اور کتاب المنمق مرتبہ خورشید احمد فارق، حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء میں بیانیہ انداز کے بجائے اشاراتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

(۱۸۱) تفصیلات ملاحظہ ہو خاکسار کی انگریزی کتاب مذکورہ بالا کا باب اول خاص کر صـ۲۳-۵

(۱۸۲) ایضاً۔ نیز واٹ، مذکورہ بالا، صـ۱۷-۲۲۱؛ برکات احمد، محمد اور یہود (Muhammad and the Jews) دہلی ۱۹۸۰ء، صـ۵-۳۷؛ ولہاسن۔ Arab Kingdom and its Fall, (Welihasan) لندن ۱۹۷۳ء، صـ۱۷-۱۱۔

(۱۸۳) قریش کو یہ بالادستی کئی وجوہ سے حاصل تھی۔ بنیادی طور سے ان کا مذہبی تشخص کعبہ کی تولیت وپاسداری کے سبب تھا۔ اور حج کے مذہبی فریضہ، حجاج کے لیے سقایہ اور رفادہ کے فرائض انجام دینے کے سبب ان کو پورے عرب میں مذہبی افضلیت حاصل تھی اور حج کے موقعہ پر میلوں ٹھیلوں کی وجہ سے ان کی معیشت کو تجارتی استحکام کی بدولت فوقیت حاصل ہوگئی تھی۔ جس کو انھوں نے پڑوسی ممالک

(شام، یمن، ایران اور حبشہ) سے تجارتی تعلقات قایم کر کے باعث رشک بنا دیا تھا۔ مذہبی اور اقتصادی تفوق نے ان کو سماجی مرتبہ بھی بخش دیا تھا۔ اور اسی کے نتیجہ میں انھوں نے مختلف بدوی قبائل سے بزرگانہ تعلقات قایم کیے تھے۔ اپنے تجارتی اور قبائلی حریفوں سے کامیابی سے نمٹنے کے لیے انھوں نے ایک عظیم فوجی طاقت بھی جمع کر لی تھی۔ قریش کی بالادستی کے لیے مزید تفصیلات پر ملاحظہ کیجیے: واٹ، محمد مکہ میں Muhammad At Mecca لندن ۱۹۵۳ء، ص ۱-۲۲۔ نیز شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۳۰۷۔

(۱۸۴) ہوازن (قیس عیلان) اور بنو بکر بن عبد مناة اور خزاعہ، قریش مکہ کے روایتی حریف تھے اور ان کے درمیان کئی جنگیں بھی ہوئی تھیں جن میں جنگ فجار کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان منازعات کے لیے ملاحظہ ہو: ایام العرب فی الجاہلیہ ص ۳۲۲-۳۷ وغیرہ۔

(۱۸۵) قریش سے مدینہ والوں کو خطرہ کوئی تصوراتی نہ تھا بلکہ حقیقی تھا۔ قریش مہاجرین مکہ کو کسی قیمت پر اپنے چنگل سے نکلنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ان کو روکنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن جب وہ بچ بچا کر مکہ سے نکل کر مدینہ بسنے میں کامیاب ہو گئے تو قریش نے ان کو مدینہ سے نکالنے یا واپس لانے کے جتن کیے بالکل اسی طرح جیسے انھوں نے کچھ برس قبل مہاجرین حبشہ کو واپس مکہ لانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ محدث ابوداؤد کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد قریش نے مدینہ کے سب سے بااثر سردار عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کو خط لکھا تھا جس میں مسلمانوں کو قتل کرنے یا جلاوطن کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بصورت عدم تعمیل جنگ و جارحیت کی دھمکی دی گئی تھی۔ قریش کی اس جارحانہ پالیسی کے سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مسلسل متفکر و متردد رہے، یہاں تک کہ امام نسائی کے مطابق آپ اور آپ کے ساتھی راتیں جاگ جاگ کر گذارتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اکثر گشت

لگایا کرتے تھے۔ مآخذ کے دوسرے متعدد بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش سے مسلمانان مدینہ کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ ملاحظہ کیجیے: سنن ابی داؤد، باب خبر النضیر؛ سنن نسائی، باب اجلاء النضیر؛ بخاری، الجامع الصحیح، باب الجراد (حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمائش رسول پر رات بھر پہرہ دیا تھا)؛ سیوطی، لباب فی اسباب النزول، تفسیر سورۂ نور آیت ۵۵۔

(۱۸۶) ابتدائی مہموں کے بارے میں اہم مآخذ کے افتتاحی کلمات مضمون ہذا میں ہر مہم کے آغاز سے صاف معلوم ہوتے ہیں۔

(۱۸۷) ان مقامات کے مدینہ سے فاصلوں کے لیے ملاحظہ کیجیے: خاکسار کی مذکورہ بالا کتاب (انگریزی) ص ۱۵۔۱۶

(۱۸۸) ابن اسحاق ص ۲۲۶۔ تمام مآخذ کا اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر ہجرت میں معمول کا راستہ یعنی شاہراہ تجارت قریش نے چھوڑ کر ایک دوسرے پیچیدہ راستے سے سفر کیا تھا تاکہ تعاقب اور دشمن کی تاخت سے محفوظ رہ سکیں۔

(۱۸۹) صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے مدینہ آنے والے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو واپس کرنا ہوگا جبکہ مدینہ سے مکہ بھاگ جانے والوں پر ایسی کوئی پابندی نہ تھی۔ مکی مسلمانوں کے لیے یہ شرط بڑی تکلیف دہ تھی کہ وہ قریش کے آہنی پنجے اور ظلم و ستم سے کسی طور فرار نہ حاصل کر سکتے تھے لیکن حضرت ابوبصیر نے ان غریب و بے کس مسلمانوں کے لیے ایک نیا دروازہ کھول دیا۔ وہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچے تو ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے ازہر بن عبد عوف زہری اور اخنس بن شریق ثقفی نے ایک عامری کو ایک مولیٰ کے ساتھ بھیجا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر عتبہ بن اسید ثقفی کے احتجاج کے باوجود ان کو واپس مکہ بھیج دیا۔ ذوالحلیفہ میں جب ان لوگوں نے قیام کیا تو حضرت ابوبصیر نے اپنے عامری محافظ

کی تلوار کی تیزی کی تعریف کی اور بہانے سے اس پر قبضہ کرلیا۔ اور پھر ایک وار میں عامری کو مار ڈالا۔ مولی بھاگ کر مدینہ پہنچا اور سارا ماجرا کہہ سنایا پیچھے پیچھے حضرت ابوبصیر بھی بارگاہ نبوی میں پہنچے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے اپنا عہد پورا کردیا اب آپ پر میری واپسی کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ لیکن آپ نے صحابی موصوف کو جنگ کا بھڑکانے والا بتایا۔ غالباً ابوبصیر نے سمجھ لیا کہ آپ ان کو واپس کر کے ہی رہیں گے۔ چنانچہ وہ از خود ذوالمروہ کے ساحلی مقام العیص میں آکر بس گئے۔ ان کی مثال کی تقلید کرتے ہوئے مکہ کے مسلم گرفتاران بلا ایک ایک کر کے ابوبصیر ثقفی سے العیص میں آکر ملتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد ستر ہوگئی۔ اور انھوں نے قریشی کاروانوں کو لوٹنا شروع کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود قریش مکہ نے معاہدۂ حدیبیہ کی اس شرط کی منسوخی کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور مکی مسلمانوں کو بلا خوف وخطر مدینہ آکر رہنا نصیب ہوا تو قریش کو شاہراہ تجارت پر پھر سے بلا روک ٹوک آنے جانے کا موقع ملا۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۵۰۷۔

(۱۹۰) واٹ، مذکورہ بالا ص ۶۲-۶۱

(۱۹۱) مختلف مہمات کے دوران مسلم جماعتوں کے اپنے علاقوں میں قیام کے لیے ملاحظہ فرمائیے حوالہ جات سابقہ۔ عام حالات میں ایک دن کے اونٹ کے سفر میں تقریباً پندرہ میل طے کیے جاتے تھے۔ ملاحظہ ہو: محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ، (انگریزی) ص ۴۲۔ لیکن سریہ نخلہ میں مسلم جماعت طلیعہ کے سفر اور مدت سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر معمولی حالات میں جب کہ تاخت کرنی ہو یا کسی اور سبب سے جلدی ہو تو اس سے کئی گنا زیادہ سفر کیا جاسکتا ہے۔ وادی ملل مدینہ سے ۲۸ میل کے فاصلہ پر تھی اور مسلم جماعت نے وہ مسافت صرف دو دن میں طے کی تھی۔

(۱۹۲) عہد نبوی کے جاسوسی نظام کے لیے ملاحظہ ہو، محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی)، صفحہ ۶-۵۸؛ فوجی جاسوسی نظام پر تاریخی و واقعاتی بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی انگریزی کتاب، باب سوم، بحث بر "عیون" اور "طلیعہ"

(۱۹۳) واٹ، محمد مدینہ میں (انگریزی) صہ ۶

(۱۹۴) ملاحظہ ہو مضمون ہذا کا صہ ۲۶ اور حوالے عہ ۸۶ اور عہ ۸۷

(۱۹۵) یہ غزوہ قردہ تھا۔ قریش مکہ نے ایک بڑا کارواں شام کے لیے روانہ کیا۔ اس میں زیادہ تر سامان تجارت چاندی پر مشتمل تھا۔ ابن اسحاق کے بقول اس کارواں کی کمان اور کسی کے ہاتھ میں نہیں خود ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی اور اس کا رہنما و رہبر فرات بن حیان عجلی جیسا ماہر شخص تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت زید بن حارثہ نے اس پر قردہ نامی چشمہ پر چھاپہ مارا۔ لوگ تو بچ نکلے مگر سارا سامانِ تجارت مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق صہ ۳۶۴؛ ابن ہشام دوم صہ ۶۰۹؛ واقدی صہ ۱۹۷-۹۸؛ ابن سعد، دوم صہ ۳۶؛ طبری، دوم صہ ۳-۴۹۲۔ نیز ملاحظہ ہو: واٹ، محمد مدینہ میں، صہ ۲۔ ابن اسحاق وغیرہ کے علاوہ دوسرے مآخذ میں کاروانِ قریش کی امارت صفوان بن امیہ جمحی کے ہاتھ میں تھی۔ واٹ کا اس سے یہ نتیجہ کہ مکہ میں ابوسفیان کا ایک مخالف فریق ابھر رہا تھا صحیح نہیں ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ قریشی کارواں مختلف سردارانِ قریش کی قیادت میں شام جاتے رہتے تھے۔ اور عموماً یہ کارواں قریش کے انفرادی خاندانوں کے ہوتے تھے۔ عام طور سے پورے قبیلہ کا ایک قافلہ نہیں جاتا تھا۔ صرف بدر سے پہلے جانے والا کارواں قومی یا قبائلی سطح کا تھا جس کے خاص اسباب تھے۔

(۱۹۶) حضرت زید بن حارثہ کا یہ سریہ العیص گیا تھا۔ ایک مکی کارواں ابوالعاص بن ربیع، داماد رسول کریم، کی زیر قیادت شام سے مکہ واپس ہو رہا تھا۔ اس میں حضرت

ابوالعاص کی اپنی تجارت کے علاوہ بعض دوسرے قریشی تاجروں کی دولت بھی لگی تھی۔ بہرحال العیص میں اس پر حضرت زید نے چھاپہ مارا اور اس بار کارواں کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں کو بھی پکڑ لیا اگرچہ امیر کارواں بچ نکلے تھے لیکن وہ بعد میں خود مدینہ آئے تھے اور حضرت زینب اپنی مسلم بیوی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اس سریہ میں دو اہم نکات توجہ کے طالب ہیں۔ اول یہ کہ یہ چھاپہ العیص میں مارا گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس مقام سے قریشی کارواں کا گذرنا ناگزیر تھا جیسا کہ کہیں اور کہا جا چکا ہے۔ دوسرے غالباً مکہ والوں نے اپنی گرتی ہوئی تجارت کو آخری سنبھالا دینے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ کے داماد کا سہارا لیا تھا شاید اس خیال سے کہ مسلمان ایسے کسی قریشی کارواں پر حملہ نہ کریں گے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۳۱۶؛ واقدی ص ۵۵۳-۵؛ ابن سعد دوم ص ۸۶؛ طبری، دوم ص ۱۴۴۱۔ نیز واٹ، محمد مدینہ میں، ص ۴۵۔ موصوف کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص بن ربیع کو حضرت زینب کی مداخلت پر پناہ اور بعد میں ان کا مال تجارت واپس دے کر ایک نئی پالیسی اختیار کی تھی اور جس کا مقصد مکہ والوں کو جیتنا تھا۔ اور حقیقت میں اس کا یہی اثر ہوا تھا۔ اس سریہ کے سلسلے میں یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ مکہ والوں نے یہ کارواں عراقی شاہراہ سے بھیجا تھا لیکن اس پر بھی وہ شاہراہ پر جانے والے کارواں کی طرح مسلمانوں سے بچ نہ سکا۔

(۱۹۷) متعدد جدید مورخوں نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً واٹ، محمد مکہ میں ص ۳-۲۔

(۱۹۸) ابن اسحاق ص ۲۹۵ کا بیان ہے کہ گاؤں کی ان دو باندیوں کے درمیان مصالحت اس علاقے کے ایک جہنی سردار مجدی بن عمرو جہنی نے کرائی تھی۔ اور قرضدات

قرض خواہ کو اس کی رقم واپس دلانے کا وعدہ کیا تھا۔

(۱۹۹) بخاری، الجامع الصحیح، اسلام ابی ذر؛ ابن سعد، چہارم ص۲۲۵۔

(۲۰۰) واقدی ص۳۵؛ بخاری، کتاب المغازی، روایت حضرت سعد بن معاذ۔

(۲۰۱) غزوہ قردہ کے بارے میں ابن اسحاق کا ایک جملہ مدینہ سے مخاصمت اور اس کی خطرناکی کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ بدر میں جو کچھ ہو چکا تھا اس کی وجہ سے قریش اپنے شامی راستے پر کارواں بھیجنے سے خوفزدہ تھے۔ گویا کہ بدر سے پہلے ان کے کارواں اس راستے پر جو گذرتے تھے وہ اس حقیقت کا اعلان تھے کہ اب تک ان کی تجارت کو کوئی خاص خطرہ نہیں محسوس ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو، مذکورہ بالا ص۳۶۴

(۲۰۲) ابن اسحاق ص۲۹۱؛

(۲۰۳) ابن اسحاق ص۲۹۱

(۲۰۴) ابن اسحاق ص۲۹۶ کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے قریش کو جو پیغام بھیجا تھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ "چونکہ تم لوگ اپنے کارواں اپنے آدمیوں اور اپنے مال کو بچانے نکلے تھے اور خدا نے اس کو بچا بھی دیا ہے اس لیے اب واپس آجاؤ۔"

(۲۰۵) ابن اسحاق، ص۲۹۸ وغیرہ۔

(۲۰۶) اخنس بن شریق ثقفی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا تھا جس کے نتیجہ میں تمام زہری مکہ واپس لوٹ گئے تھے اور ماخذ کے مطابق ایک زہری نے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اسی طرح بنو عدی بن کعب بھی جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ بنو ہاشم میں حضرت علی کے بڑے بھائی طالب کچھ اور قریشیوں کے ساتھ مکہ لوٹ گئے تھے جب کہ عقیل بن ابی طالب اور عباس بن عبدالمطلب شامل ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص۲۹۶ اور ص۳۱۲

(۲۰۷) ابن اسحاق ص۲۹۶ کے مطابق ابو جہل نے کہا تھا " خدا کی قسم ہم واپس نہ جائیں گے جب تک بدر تک نہ ہو آئیں وہاں ہم تین دن گذاریں گے، اونٹ قربان کریں گے، دعوتیں اڑائیں گے اور شرابیں پئیں گے اور باندیاں ہمارے لیے ناچیں گائیں گی اور تمام عرب سُن لیں گے کہ ہم یہاں آئے اور جمع ہوئے چنانچہ مستقبل میں وہ ہمارا احترام کریں گے "۔

(۲۰۸) ابن اسحاق ص۲۹۷-۲۹

(۲۰۹) ایضاً۔

(۲۱۰) واقدی ص۲۸

(۲۱۱) واقدی ص۲۷

(۲۱۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (متوفی ۳۲ھ) دولت مند ترین صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی وفات کے وقت راہ خدا میں پچاس ہزار دینار کی رقم وقف کی تھی جبکہ ان کی کل دولت کا اندازہ مشکل تھا۔ ملاحظہ ہو ابن سعد، سوم ص۱۳۶۔ حضرت سعد بن وقاص زہری (متوفی ۵۵ھ) نے اپنی وفات کے وقت دو لاکھ پچاس ہزار درہم ترکہ چھوڑا تھا۔ ایضاً ص۱۴۹۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی کو عراق سے چار یا پانچ لاکھ سالانہ اور صرف سراۃ سے دس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی بشکل غلہ ہوتی تھی۔ ابن سعد، سوم ص۲۲۱۔ جبکہ ان کا ترکہ بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار پر مشتمل تھا، ایضاً ص۲۲۲

(۲۱۳) ابن اسحاق ص۳۳۶

(۲۱۴) ابن اسحاق ص۳۴۳

(۲۱۵) ابن سعد دوم ص۶۶

(۲۱۶) ایضاً ص۱۳۵۔

(۲۱۷) واقدی، ص۸۲۱ اور ص۸۲۳　　(۲۱۸) ابن سعد دوم ص۱۶۶